جائے گا' یا غیر مستحق لوگوں کو پہنچنے لگے گا۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اجتماعی تنظیم کی شکل میں بھی بے جا مصرف کے بہت سے خطرات ہیں' مگر اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ آپ تملیک کی شرط پر اصرار کر کے زکوٰۃ کی اجتماعی تحصیل و تقسیم ہی کو سرے سے ناممکن بنا دیں۔ بلکہ اس کا علاج یہ ہے کہ جہاں کوئی بے جا صرف ہو رہا ہو اس کی نشاندہی کیجیے اور دلیل و ثبوت کے ساتھ تنقید کر کے اس کی اصلاح کے لیے کوشش فرمائیے۔

❁ ❁ ❁

<u>تیسری تحریر:</u>

زکوٰۃ اور مسئلۂ تملیک

سید ابوالاعلیٰ مودودی

(ترجمان القرآن' ربیع الاول ۱۳۷۴ھ / دسمبر ۱۹۵۴ء)

[جناب خان محمد صاحب ربانی (ملتان) کا ایک مضمون ''علماء کرام سے چند سوالات'' کے زیر عنوان محرم ۷۴ھ کے ''ترجمان'' میں (نیز ''تسنیم'' میں) شائع ہوا تھا۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے ابھی تک ان سوالات کا کسی جانب سے جواب نہیں دیا گیا۔ جیل کے ذمہ داران کی وساطت سے یہ سوالات مولانا ابوالاعلیٰ صاحب مودودی تک پہنچا کر ان سے بھی اس بارے میں استفسار کیا گیا تھا۔ مولانا محترم نے ان سوالات سے متعلق اپنی رائے تحریر فرمائی ہے' جو سنسر ہونے کے بعد جیل سے باہر آئی ہے۔ ہم اسے بھی ''ترجمان'' میں شائع کر رہے ہیں' تاکہ مسئلۂ ''تملیک'' کے سارے پہلو سامنے آ جائیں اور جو صاحب علم بھی ربانی صاحب کے اٹھائے ہوئے سوالات کا جواب دینا چاہیں وہ جواب دیتے وقت ان تنقیحات کو بھی پیش نظر رکھیں جو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے پیش کی ہیں۔]

زکوٰۃ کے متعلق جناب خان محمد صاحب ربانی کے سوالات میرے علم میں لائے گئے ہیں اور مجھ سے پوچھا گیا ہے کہ اس معاملے میں میری تحقیق کیا ہے۔ مختصراً میں اپنی رائے عرض کرتا ہوں۔

جس فتوے پر یہ سوالات کیے گئے ہیں میرے نزدیک وہ آیت اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ

لِلْفُقَرَآءِ ...... الخ کی اُس تاَویل کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں ہے جو حنفیہ نے اختیار فرمائی ہے۔ اس مطلب کو سمجھنے کے لیے آیت کے الفاظ پر ایک نگاہ ڈال لیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ...... الخ﴾ (التوبة: ٦٠)

''صدقات تو فقراء کے لیے ہیں اور مساکین کے لیے اور ان لوگوں کے لیے جو اُن پر کام کرنے والے ہوں اور اُن کے لیے جن کی تأ لیفِ قلب مقصود ہو...... الخ۔''

دیکھئے یہاں ''لام'' کا عمل صرف فقراء ہی پر نہیں ہو رہا ہے' بلکہ مساکین' عاملین علیہا اور مؤلفۃ قلوبہم پر بھی ہو رہا ہے۔ یہ لام تملیک کے لیے ہے تو' اور استحقاق یا اختصاص یا کسی اور معنی کے لیے ہے تو' بہرصورت جس معنی میں بھی وہ فقراء سے متعلق ہو گا اُسی معنی میں باقی تینوں سے بھی متعلق ہو گا۔ اب اگر حنفی تاَویل کے لحاظ سے وہ تملیک کا مقتضی ہے تو زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ کا مال ان چاروں میں سے جس کے حوالے بھی کر دیا جائے گا تملیک کا تقاضا پورا ہو جائے گا۔ آگے تملیک در تملیک کا حکم کہاں سے نکالا جاتا ہے؟ کیا فقیر یا مسکین کی مِلک میں زکوٰۃ کا مال پہنچ جانے کے بعد اس کے تصرفات پر کوئی پابندی ہے؟ اگر نہیں تو عاملین علیہا کے ہاتھ میں مال پہنچ جانے کے بعد' جبکہ لامِ تملیک کا تقاضا پورا ہو چکا' پھر مزید تملیک کی پابندی لگانے کے لیے کیا دلیل ہے؟

لام کو اگر تملیک ہی کے معنی میں لیا جائے تو ایک شخص جب زکوٰۃ و صدقاتِ واجبہ کے اموال عاملین علیہا کے سپرد کر دیتا ہے تو گویا وہ انہیں اُس کا مالک بنا دیتا ہے' اور یہ اُسی طرح اُن کی مِلک بن جاتے ہیں جس طرح فَے اور غنیمت کے اموال حکومت کی مِلک بنتے ہیں' پھر اُن پر یہ لازم نہیں رہتا کہ وہ اُن اموال کو آگے جن مستحقین پر بھی صرف کریں بصورتِ تملیک ہی کریں' بلکہ انہیں یہ حق حاصل ہے کہ باقی ماندہ سات مصارفِ زکوٰۃ میں اس کو جس طرح مناسب اور ضروری سمجھیں صرف کریں۔ لامِ تملیک کے زور سے اُن پر کوئی قید نہیں لگائی جا سکتی۔ البتہ جو قید لگائی جا سکتی ہے وہ صرف یہ کہ جو شخص بھی زکوٰۃ کی تحصیل و صرف کے سلسلے میں کوئی عمل کرے وہ بس اس عمل کی اُجرت لے لے' باقی مال اُسے دوسرے مستحقینِ زکوٰۃ پر صرف کرنا ہو گا۔ اس لیے کہ یہ لوگ عاملین علیہا ہونے کی حیثیت سے ان اموال کے مالک بنائے جاتے ہیں نہ کہ بجائے خود مستحق ہونے کی حیثیت سے۔ ''عاملین علیہا'' کا لفظ خود اُس

وجہ کو ظاہر کرتا ہے جس کے لیے زکوٰۃ ان کے حوالے کی جاتی ہے' اور پھر یہی لفظ یہ بھی طے کر دیتا ہے کہ وہ عامل ہونے کی حیثیت سے اس مال کا کتنا حصہ جائز طور پر اپنے ذاتی تصرف میں لانے کا حق رکھتے ہیں۔

اس تشریح کے بعد اُس حدیث پر نگاہ ڈالیے جو امام احمد نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کی ہے۔ اس میں حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: **اِذَا اَدَّیْتُ الزَّکَاۃَ اِلٰی رَسُوْلِکَ فَقَدْ بَرِئْتُ مِنْھَا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ؟** ''جب میں نے آپ کے بھیجے ہوئے عامل کو زکوٰۃ ادا کر دی تو میں اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اپنے فرض سے بریٴ الذمہ ہو گیا نا؟'' حضور ﷺ نے جواب دیا: ((**نَعَمْ اِذَا اَدَّیْتَھَا اِلٰی رَسُوْلِیْ فَقَدْ بَرِئْتَ مِنْھَا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ فَلَکَ اَجْرُھَا وَاِثْمُھَا عَلٰی مَنْ بَدَّلَھَا**)) ''ہاں! جب تو نے اسے میرے فرستادہ عامل کے حوالہ کر دیا تو تُو اللہ اور اس کے رسول کے آگے اپنے فرض سے بریٴ الذمہ ہو گیا۔ اس کا اجر تیرے لیے ہے اور جو اُس میں ناجائز تصرف کرے اس کا گناہ اسی پر ہے''۔ اس سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والا اپنی زکوٰۃ عاملین علیہا کے سپرد کر کے بریٴ الذمہ ہو جاتا ہے۔ بالفاظِ دیگر لامِ تملیک کا تقاضا جس طرح کسی فقیر یا مسکین کو زکوٰۃ دینے سے پورا ہوتا ہے اسی طرح عاملین علیہا کو دے دینے سے بھی پورا ہو جاتا ہے۔ اب یہ فتویٰ کس بنیاد پر دیا جاتا ہے کہ عاملین علیہا اگر آگے تملیک ہی کے طریقے پر اموالِ زکوٰۃ کو صرف کرتے ہوں تو اُنہیں زکوٰۃ دو ورنہ نہیں؟ زکوٰۃ دینے والوں پر یہ دیکھنا کس نے فرض کیا ہے کہ عاملین کس طریقے پر عمل کرتے ہیں؟ اُن کا فرض صرف یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مستحقین کو' یا اُن کے لیے کام کرنے والے عاملین کو اپنے اموالِ زکوٰۃ کا مالک بنا دیں۔ عاملین کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جو بات کہی جا سکتی ہے وہ یہ کہ جس شخصیت کو اس حیثیت سے زکوٰۃ دی جا رہی ہو اُس کے بارے میں زکوٰۃ دینے والا یہ اطمینان کر لے کہ وہ واقعی ''عامل'' ہے یا نہیں۔ حکومت اسلامی موجود ہو' اور اس نے عاملین زکوٰۃ مقرر کیے ہوں تو اُن کے پاس حکومت کی طرف سے تحصیل زکوٰۃ کا پروانہ موجود ہونا ہی اس اطمینان کے لیے کافی ہے۔ لیکن اگر یہ صورت نہ ہو اور مسلمانوں کی کسی اجتماعی تنظیم نے بطورِ خود زکوٰۃ کی تحصیل و صرف کا بندوبست کیا ہو تو اس کے بارے میں بس یہ تحقیق کر لینا چاہیے کہ وہ واقعی مستحقین زکوٰۃ پر اس مال کو صرف کرتی ہے اور ''عمل'' کے مصارف اسی حد تک لیتی ہے جنہیں جائز و معقول کہا جا سکے۔ تحقیق سے ان باتوں کا اطمینان ہو جائے تو اس کو

زکوٰۃ دینے والا یقیناً فرض سے سبکدوش ہو جائے گا۔ کوئی شرعی دلیل مجھے ایسی نظر نہیں آتی جس کی بنا پر زکوٰۃ دینے والوں کو یہ حکم دیا جائے کہ وہ عاملین علیہا کو زکوٰۃ دینے سے پہلے یہ بھی تحقیق کریں کہ وہ اموالِ زکوٰۃ کو بطریقِ تملیک صرف کرتے ہیں یا نہیں۔

اب یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ ''عاملین علیہا'' کے الفاظ جو قرآن میں ارشاد فرمائے گئے ہیں' اُن کا اطلاق کن لوگوں پر ہوتا ہے۔ لوگ اسے صرف اُن کارندوں تک محدود سمجھتے ہیں جن کو حکومت اسلامی اس کام کے لیے مقرر کرے۔ لیکن قرآن کے الفاظ عام ہیں جن کا اطلاق ہر اُس شخص پر ہوسکتا ہے جو زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کے سلسلے میں ''عمل'' کرے۔ اس عام کو خاص کرنے والی کوئی دلیل میرے علم میں نہیں ہے۔ اگر حکومت اسلامی موجود نہ ہو' یا ہو مگر اس فرض سے غافل ہو اور مسلمانوں میں کوئی گروہ یہ ''عمل'' کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہو' تو آخر کس دلیل سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نہیں تم ''عاملین علیہا'' نہیں ہو؟ میرے نزدیک تو یہ اللہ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے کہ اُس نے عاملین حکومت کے لیے خاص کرنے کے بجائے اپنا حکم ایسے عام الفاظ میں دیا ہے جن میں یہ گنجائش پائی جاتی ہے کہ اسلامی حکومت کی غیر موجودگی' یا غافل حکمرانوں کی موجودگی میں مسلمان بطورِ خود بھی زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کے لیے مختلف انتظامات کرسکیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کے اس عام حکم کو عام ہی رہنے دیا جائے تو غریب طلباء کی تعلیم' یتیموں کی پرورش' بوڑھوں اور معذوروں اور اپاہجوں کی نگہداشت' نادار مریضوں کے علاج اور ایسے ہی دوسرے کاموں کے لیے جو ادارے قائم ہوں' اُن سب کے منتظمین بالکل بجا طور پر ''عاملین علیہا'' کی تعریف میں آئیں گے' اور اُن کو زکوٰۃ لینے اور حسبِ ضرورت صرف کرنے کے اختیارات حاصل ہو جائیں گے اور ان حیلہ بازیوں کی کوئی حاجت باقی نہ رہے گی جو آج کل ہمارے عربی مدرسوں کے مہتمم حضرات زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے کیا کرتے ہیں۔ اس طرح ایسے ادارات قائم کرنے کی بھی گنجائش نکل آئے گی جو خاص طور پر تحصیل و صرفِ زکوٰۃ ہی کے لیے قائم ہوں۔ ان کے منتظمین بھی 'عاملین علیہا' قرار پائیں گے اور صرفِ زکوٰۃ کے معاملے میں اُن کے ہاتھ بھی تملیک کے فتوے سے باندھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

میرے نزدیک اگر قرآن کے الفاظ کی عمومیت نگاہ میں رکھی جائے تو صرف مذکورۂ بالا عاملین ہی پر اُن کا اطلاق نہیں ہوتا' بلکہ دوسرے بہت سے کارکن بھی اس تعریف میں آتے ہیں۔ مثلاً:

ایک یتیم کا ولی' ایک بیمار یا اپاہج کی خبر گیری کرنے والا' اور ایک بے کس بوڑھے کا

نگہبان بھی ''عامل'' ہے' اسے زکوٰۃ وصول کر کے ان لوگوں کی ضروریات پر خرچ کرنے کا حق ہے' اور اس میں سے معروف طریقے پر اپنے عمل کی اجرت بھی وہ چاہے تو لے سکتا ہے۔

زکوٰۃ کی رقم اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجنے کی ضرورت پیش آئے تو اس میں ڈاک خانے یا بینک کو اجرت دی جا سکتی ہے' کیونکہ اس خدمت کو انجام دینے کی حد تک وہ بھی ''عاملین علیہا'' ہوں گے۔

زکوٰۃ وصول کرنے' یا زکوٰۃ کے اموال ایک جگہ سے دوسری جگہ حسب ضرورت لے جانے' یا مستحقین زکوٰۃ کی مختلف ضروریات پوری کرنے کے لیے ریل' بس' ٹرک' ٹانگے' ٹھیلے وغیرہ جو استعمال کیے جائیں ان کے کرائے مالِ زکوٰۃ سے دیے جا سکتے ہیں' کیونکہ یہ خدمات انجام دیتے وقت یہ سب ''عاملین علیہا'' میں ہی شمار ہوں گے۔

مستحقین زکوٰۃ کی خدمت کے لیے جس قدر بھی ملازم اور مزدور استعمال کیے جائیں گے' ان سب کی تنخواہیں اور اجرتیں زکوٰۃ کی مد سے دی جا سکتی ہیں' کیونکہ وہ سب عاملین علیہا میں داخل ہیں' قطع نظر اس سے کہ کوئی ریلوے سٹیشن پر زکوٰۃ کے غلے کی بوریاں ڈھوئے' یا کوئی غریب مریضوں کی خدمت کے لیے گاڑی چلائے' یا کوئی یتیم بچوں کی نگہداشت کرے۔

اب رہ جاتا ہے یہ سوال کہ آیا عاملین علیہا کے تصرفات پر کوئی ایسی پابندی ہے کہ وہ مستحقین زکوٰۃ کی خدمت کے لیے عمارات نہ بنوا سکیں اور اشیائے ضرورت مثلاً گاڑیاں' دوائیں' آلات' کپڑے وغیرہ نہ خرید سکیں؟ میں کہتا ہوں کہ حنفی تاویلِ آیت کے لحاظ سے یہ پابندی صرف زکوٰۃ ادا کرنے والے پر عائد ہوتی ہے۔ وہ خود بلاشبہ ان تصرفات میں سے کوئی تصرف نہیں کر سکتا' اس کا کام صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان کی رو سے زکوٰۃ ''جن کے لیے'' ہے اُن کی یا اُن میں سے کسی کی مِلک میں دے دیں۔ رہے ''عاملین علیہا'' تو اُن پر اس طرح کی کوئی پابندی عائد نہیں ہوتی۔ وہ تمام مستحقین زکوٰۃ کے لیے بمنزلہ ولی یا وکیل ہیں۔ اور اصل مستحق اس مال میں جتنے تصرفات کر سکتا ہے وہ سب تصرفات اس کے ولی یا وکیل ہونے کی حیثیت سے یہ بھی کر سکتے ہیں۔ وہ جب فقراء و مساکین کی ضروریات کے لیے کوئی عمارت بنائیں یا کوئی گاڑی خریدیں' تو یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے بہت سے فقیروں اور مسکینوں نے' جن کو فرداً فرداً زکوٰۃ ملی تھی' باہم مل کر ایک عمارت بنوالی' یا ایک سواری خرید لی۔ جس طرح ان کے اس تصرف پر کوئی پابندی نہیں ہے اس طرح ان کے وکیل یا ولی پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ عاملین علیہا کو زکوٰۃ دینے کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے اسی لیے مقرر کیا ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اسی لیے ان کے ہاتھ میں زکوٰۃ دے دینے والے کو فرض سے سبکدوش